سید کفیل بخاری / معدی معاویہ

گفتگو

حکیم محمد ذوالقرنین سے ایک ملاقات

حکیم محمد ذالقرنین صاحب...... مجلس احرار اسلام کے عہدِ رفتہ کی یادگار ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اسی سال مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ ابتدائی دینی تعلیم امرتسر میں اپنے محلہ کی مسجد میں حاصل کی۔ اور وہیں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر لاہور آ گئے اور طب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کے والد ماجد مولوی حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ محکمہ انہار میں کلرک تھے مگر علم و فضل میں بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کی صحبت و شفقت نے موصوف کی تعلیم و تربیت میں بنیادی کردار ادا کیا۔ انہوں نے ردِ مرزائیت کے موضوع پر بے پناہ مضامین لکھے اور اہل علم و دانش سے خراج وصول کیا۔

حکیم صاحب قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام لاہور کے سیکرٹری رہے۔ ۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام کی برپا کردہ تحریک تحفظ ختم نبوت میں مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اس حوالے سے ان کی یادداشتیں ماضی کا سرمایہ ہیں۔ آجکل لاہور میں مطب کرتے ہیں اور اب ہومیوپیتھک ڈاکٹر بھی ہیں۔

۲۹ نومبر ۱۹۹۴ء کو ان کے مطب لاہور میں ان سے ایک یادگار نشست ہوئی ہمارے رفیق فکر معدی معاویہ بھی شریک مجلس تھے اور حضرت صوفی کاشمیری بھی۔ اس مجلس میں حکیم صاحب نے جو گفتگو فرمائی وہ نذر قارئین ہے۔ (مدیر)

● مجلس احرار سے آپ کا تعلق کس حوالے سے ہوا؟

میرے والد مولوی حبیب اللہ صاحب حضرت شاہ جی (امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کے بڑے معتقد تھے، اس کے ساتھ ساتھ وہ مرزائیت کے بہت خلاف تھے، ردِ مرزائیت کے حوالے سے انہوں نے کئی رسائل لکھے۔ اور مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ مل کر مختلف مقامات پر مرزائیوں سے مناظرے بھی کئے۔ قادیان میں مجلس احرار کے زیر اہتمام اکتوبر ۱۹۳۴ء میں تبلیغ کانفرنس منعقد ہوئی تو اس کا دعوت نامہ والد صاحب کو بھی آیا اس وقت سر ظفر اللہ قادیانی گورنمنٹ آف انڈیا کا سیکرٹری تھا، اس نے اوپر کی سطح پر یہ بات چلائی کہ سرکاری ملازمین اس اینٹی قادیانی موومنٹ میں شریک نہ ہوں، چنانچہ سرکاری ملازمین پر وہاں کانفرنس میں شرکت پر پابندی لگ گئی۔ چھٹیاں بند ہو گئیں، والد صاحب محکمہ انہار میں ملازم تھے، چنانچہ انہوں نے اس پابندی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے استعفیٰ دیدیا اور قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد والد صاحب کشمیر چلے گئے اور وہاں فرصت کے لمحات میں مرزائیوں کے خلاف مختلف رسائل لکھے، یہ ایک ردِ عمل تھا جس کا اظہار اس صورت میں ہوا۔ اس وقت صرف مجلس احرار ہی تھی جو قادیانیوں کے خلاف کام کر رہی تھی، اور ان کی اسلام کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کر رہی تھی۔ اس پس منظر کی بنا پر میں مجلس احرار میں شامل ہوا لیکن فعال ہو کر قیام پاکستان کے بعد جماعت کیلئے کام کیا۔

میں نے بچپن میں چودھری افضل حق صاحب کی تقریر سنی۔ چودھری صاحب امرتسر میں ایک انتخابی جلسہ میں کٹڑہ مہاسنگھ تشریف لائے تھے۔ میرا بچپن تھا اتنا یاد ہے کہ چودھری صاحب کو جلوس کی شکل میں لایا گیا تھا ساتھ بینڈ بھی تھا جس نے انہیں سلامی دی۔ بس ایک مرتبہ ہی اُنکی زیارت کی ہے۔ شخصیت بڑی رعب دار تھی۔ گلا ان کا خراب تھا آواز کو ذرا کھینچ کے نکالتے تھے۔ گورنمنٹ برطانیہ نے ان کو بہت تکلیفیں دی تھیں۔ کھانے میں سرمہ ملا کر کھلانے سے ان کا گلا خراب ہو گیا۔ ویسے بھی بہت سن رکھا تھا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ کے بہت بڑے باغی ہیں۔ اور مجھے ان کی زیارت کا شوق بھی تھا۔ بعد میں جب میں نے چودھری صاحب کی کتابیں پڑھیں تو میں چودھری صاحب سے بہت زیادہ متاثر ہوا۔ کسی شادی میں شرکت کروں تو وہاں تحفہ میں چودھری صاحب کی کتابیں ہی پیش کرتا ہوں۔ ان کی ہر کتاب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

شیخ حسام الدین صاحب سے میری پہلی ملاقات یوں ہوئی کہ میں پاکستان بننے سے پہلے امرتسر سے لاہور آیا تھا۔ لاہور میں عیسائیوں کا ایک رسالہ نکلتا تھا "المعاہدہ" اس کا ایڈیٹر "موسیٰ خان" نامی آدمی تھا۔ بیڈن روڈ پر دفتر تھا اس کا، وہیں قاضی عبدالحق پادری آئے تھے، وہ کہنے لگے کہ میں مختلف سیاسی لیڈروں سے ملاقاتیں کر رہا ہوں کہ پاکستان کے قیام کی جو تحریک چلائی جا رہی ہے اس پر مسلمان رہنماؤں کے خیالات کیا ہیں۔ میں نے یوپی کے لیڈروں سے بھی ملاقاتیں کی ہیں۔ اب پنجاب کی لیڈرشپ سے ملاقاتیں کرنے کا خیال ہے۔ میں اس سلسلہ میں مجلس احرار اسلام کے لیڈروں سے پہلے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ مجھے کہنے لگے کہ تم ملاقات کراؤ۔ مجلس احرار سے اس وقت بھی میرا تعلق تو تھا، چنانچہ میں دفتر احرار آیا، اس وقت لاہور کے سیکرٹری مجلس احرار چودھری عبدالحمید آزاد تھے ان سے میں نے تمام مدعا بیان کیا اور کہا کہ یہ صاحب شاہ جی سے ملنا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے آغا شورش کے پاس لے گئے جو اس وقت روزنامہ آزاد کے ایڈیٹر تھے۔ انہوں نے بتایا کہ فی الوقت تو نہیں البتہ شام کو شاہ جی، شیخ صاحب، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی یہ سب حضرات تشریف لا رہے ہیں۔ تو ملاقات ہو جائے گی، یہ ۴۷ء قیام پاکستان سے قبل کی بات ہے۔

شام چار بجے کا وقت طے ہوا۔ میں، موسیٰ خاں، اور قاضی عبدالحق دفتر احرار آئے، ملاقات ہوئی، میرا چونکہ تعارف نہیں تھا اس لئے وہ سمجھتے رہے کہ یہ بھی عیسائی ہے۔ بہر حال مختلف سوال و جواب ہوئے۔ ملاقات کر کے یہ لوگ چلے گئے۔ اسی شام ورکروں کی میٹنگ تھی، میں بھی اسی میٹنگ میں شریک ہوا۔ شیخ صاحب مجھے بلا کے کہنے لگے تو چار بجے مل کے گیا ہے؟ میں نے بتایا کہ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ کہنے لگے تمہارا نام کیا ہے؟ تب میں اپنا تعارف کرایا۔ میں نے بتایا کہ میں مولوی حبیب اللہ صاحب کا لڑکا ہوں، شیخ صاحب ہنس کے کہنے لگے کہ میں تو اس وقت یہی سمجھتا رہا کہ تو بھی عیسائی ہے۔ شاہ جی ناراض ہوئے کہ تم نے اس وقت کیوں نہیں بتایا۔ یہ میری پہلی ملاقات ہے ان تمام حضرات سے۔

● قیام پاکستان کے بعد جب مہاجرین ہجرت کر کے پاکستان میں آ گئے تو اس وقت احرار رضاکاروں کا کیا کردار رہا؟

احرار رضاکاروں خصوصاً احرار سٹوڈنٹس یونین نے اس سلسلہ میں بہت نمایاں کام کیا۔ مہاجرین کی ہر ممکن خدمت کی، قیام پاکستان سے قبل امرتسر اور لاہور میں بہت زیادہ ہندو مسلم فسادات ہوئے۔ تو ان دنوں احرار نے کئی جگہوں پر ریلیف کیمپ لگائے، احرار رضاکاروں کو پرمٹ ملے ہوئے تھے، کرفیو کے دوران وہ فسادزدہ علاقوں میں مسلمانوں کیلئے امدادی سامان لیکر جاتے تھے، لاوارث شہدا کی شناخت کر کے، ان کے لواحقین کو اطلاع دی جاتی، انہیں نہلا کر نماز جنازہ پڑھ کر دفنایا جاتا۔ یہاں لاہور میں ہم ایسے لاوارث شہداء کو میانی صاحب لاکر دفن کرتے تھے۔

❁ احرار کا شعبہ تبلیغ جو ۱۹۳۴ء میں قائم ہوا اس کے اغراض و مقاصد میں لکھا ہے کہ یہ غیر سیاسی شعبہ ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

اصل میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو احرار کے پروگرام سے متفق تھے، لیکن بعض وجوہات کی بنا پر وہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ مثلاً سرکاری ملازمین، ان کے لئے احرار کے نام پر کام کرنے میں ایک طرح سے دقت تھی، چنانچہ ایسے لوگوں کیلئے علیحدہ ایک شعبہ بنایا گیا تاکہ وہ پوری دلجمعی سے کام کر سکیں۔ لہذا اس شعبہ کے قیام سے بڑی کامیابی ہوئی اور تحریک تحفظِ ختم نبوت کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔

❁ ۴۹ء میں دفاع پاکستان احرار کانفرنس لاہور منعقد ہوئی جو احرار کی نئی سیاسی پالیسی کے حوالے سے نہایت اہم تھی اس کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

اس وقت میں لاہور شہر کی جماعت کا جنرل سیکرٹری تھا۔ دفاع پاکستان کانفرنس کے بعد ایک بہت بڑا جلسہ یوم تشکر کے عنوان سے منعقد ہوا اور ان دنوں ہم نے مرزائیوں کے خلاف کھل کے کام کیا۔ حتیٰ کہ ۵۱ء میں کچھ ضمنی انتخابات تھے، مسلم لیگ نے ان انتخابات میں چھ مرزائیوں کو ٹکٹ دیدیئے۔ چنانچہ ہم نے ان کے خلاف زبردست تبلیغی مہم چلائی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تمام مرزائی امیدوار شکست کھا گئے۔ دراصل دفاع کانفرنس قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار کی عوامی قوت کا ایک زبردست مظاہرہ تھا اور جماعت کے رہنماؤں نے ایک نئی حکمت عملی کے ساتھ کام کرنے کا پروگرام دیا تھا۔ ۵۰ء کے الیکشن میں مرزائیوں کو شکست کے بعد لاہور میں احرار کی جانب سے

مجھے تین ماہ تک شاہی قلعہ میں قید رکھا گیا۔

غالباً ۵۱ء میں یوم تشکر منایا گیا اس کے بڑے بڑے اشتہار بھی شائع ہوئے تھے۔ ہم نے مختلف سیاسی اور دینی جماعتوں کو شرکت کی دعوت دی تھی، اس میں بہت سے مسلم لیگی دوست بھی آئے تھے، بلکہ بہت سی جگہوں پر مسلم لیگ کے عہدیداروں کی صدارت میں ختم نبوت کانفرنسیں بھی منعقد ہوئیں۔ کراچی میں وہاں کی مسلم لیگ کے صدر ہاشم گزدر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔

لاہور کے دلی دروازے میں احرار کا ایک بہت بڑا جلسہ ہوا تھا، جس میں حضرت شاہ جی نے مرزا قادیان کا قصیدہ ملکہ وکٹوریہ کے نام "ستارہ قیصرہ" لہرا کر دکھایا تھا، یہیں مولانا ظفر علی خاں، مولانا اختر علی خان اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی آئے۔ یہ اس وقت تحریک کا ابتدائی ماحول تھا، مولانا ابوالحسنات، مولانا خلیل احمد اور دیگر بریلوی

زعما بھی ہمارے ساتھ تھے، اور انہوں نے بھی کانفرنسوں کی صدارتیں کیں۔ جماعت اسلامی والے ہمارے ساتھ کام کرتے رہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ شاہ جی رحمہ اللہ نے ۴۹ء میں مجلس احرار کو ختم کر کے مجلس تحفظِ ختم نبوت قائم کر دی تھی تو پھر ۴۹ء سے ۵۳ء تک کس نام سے کام ہوتا رہا؟

یہ بالکل غلط اور صریحاً کذب بیانی ہے شاہ جی نے احرار کو ختم نہیں کیا تھا، یہ ایک بڑا مغالطہ دیا جاتا ہے۔ اصل میں ایک اجلاس ملتان میں شاہ جی کے گھر منعقد ہوا تھا۔ اس اجلاس میں میں خود شامل تھا، شاہ جی نے فرمایا تھا کہ بھئی بات یہ ہے کہ جن دوستوں کو سیاست کا شوق تھا وہ سیاست میں چلے گئے ہیں۔ ہم فی الحال مجلس احرار کی سرگرمیوں کو تبلیغی مقاصد تک محدود رکھنا چاہتے ہیں۔ وقتی حالات اس کا تقاضہ کرتے ہیں اور شاہ جی کی یہ پالیسی ان کی فراست کی آئینہ دار تھی مجلس کو ختم نہیں کیا تھا۔ (شیخ حسام الدین صاحب، باقاعدہ مسلم لیگ سے تعاون کرتے رہے۔ ۵۶ء میں جب جماعت پر پابندی تھی تو عوامی لیگ میں سہروردی کے ساتھ شامل ہوگئے۔ جانباز مرزا مسلم لیگ میں چلے گئے۔ ماسٹر جی بھی انہی میں شامل تھے۔) جو رضا کار اور کارکن باقاعدہ جماعت میں شامل تھے وہ تو احرار کے نام سے الگ ہونے کو تیار نہیں تھے۔ اس لئے کہ انہوں نے اس نام پر بے پناہ قربانیاں دی تھیں۔ وہ تو احرار کے نام پر ہی کام کرتے رہے۔ دراصل شاہ جی نے جماعت ختم نہیں کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ جو لوگ سیاست میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور الیکشن لڑنا چاہتے ہیں وہ اپنا کوئی اور مقام منتخب کر لیں، کسی اور جماعت میں شامل ہو جائیں، مجلس احرار بحیثیت جماعت الیکشن میں حصہ نہیں لے گی۔ شاہ جی نے صرف کام کا رخ تبدیل کیا تھا، کہ اب احرار تبلیغی محاذ پر کام کرے گی اور سیاسیات سے علیحدہ رہے گی۔ اس پر کچھ دوست مسلم لیگ اور دیگر جماعتوں میں چلے گئے۔ مگر ان میں سے بہت سے جلد ہی واپس آگئے۔

مولانا محمد علی جالندھری تو پاکستان بننے کے بعد کافی عرصہ تک مجلس احرار کے پلیٹ فارم پر کام کرتے رہے وہ مجلس احرار اسلام کے صوبائی صدر رہے۔ اسی نام سے انہوں نے کام کیا، لیکن زیادہ تر وہ مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کا کام کرتے رہے۔ اور ان کی شروع سے خواہش رہی کہ میں اسے جماعت سے علیحدہ کر کے الگ جماعت بنا لوں۔ اور بالآخر وہ اپنی اس خواہش میں کامیاب ہوگئے اور ۱۹۵۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت بنا کر مجلس احرار سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اگرچہ شاہ جی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر رہے اس کی وجہ یہی تھی کہ تمام لوگ احرار ہی کے تربیت یافتہ تھے۔

۵۳ء کی تحریکِ تحفظِ ختم نبوت میں احرار کے ہی پلیٹ فارم سے سارا کام ہوا۔ مجلس احرار نے تمام پارٹیوں کو اکٹھا کیا اور مجلس احرار نے ہی تحریک چلائی۔ تحریک کے سلسلے میں ہم نے مختلف دینی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں۔ سب سے پہلی ملاقات ہم نے (بریلوی مکتبۂ فکر کے) مولانا ابوالحسنات سے کی۔ اس ملاقات میں میرے ساتھ حاجی جہانگیر صاحب جو لاہور جماعت کے صدر تھے، ایک ساتھی محمد اشرف صاحب تھے۔ اور بھی چند ساتھی شریک تھے۔ یہ ۵۲ء کی بات ہے تحریک میں شمولیت کے حوالے سے ہم نے مولانا ابوالحسنات مرحوم سے بات کی۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنے دوستوں کی میٹنگ بلا کر اس میں کوئی فیصلہ کریں گے۔

بنانچہ انہوں نے اپنے دوستوں کی میٹنگ بلائی۔ جس میں قریباً سبھی علماء تھے۔ علماء میں انہوں نے یہ بات ان کے سامنے رکھی۔ مولانا غلام محمد ترنم مرحوم نے تحریک کی زبردست تائید کی اور شمولیت پر اصرار کیا۔ ان سب کا تعلق جمعیت علماء پاکستان سے تھا۔

انہوں نے کہا کہ ہم بالکل تیار ہیں، اور تمہارے ساتھ ہیں۔ تم کام شروع کرو۔ اسی طرح دیگر جماعتوں کے رہنماؤں سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں ماسٹر تاج الدین انصاری اور دیگر احرار رہنما ہماری سرپرستی کرتے ہوئے ساتھ شامل رہے۔ تمام جماعتوں کی تائید کے بعد ہم نے احرار کی طرف سے باقاعدہ دعوت نامے چھاپے، جو سیاسی اور دینی جماعتوں کے رہنماؤں، مشائخ کرام، اور پیران عظام سب کو جاری کئے گئے۔ سب نے ہماری بڑی حوصلہ افزائی کی اور تحریک میں شمولیت اختیار کی۔ تب مولانا غلام غوث ہزاروی مجلس احرار اسلام کے مرکزی جنرل سیکرٹری تھے۔ اس دعوت نامے پر اُن کے اور مولانا محمد علی جالندھری کے دستخط تھے۔

اِن ملاقاتوں کے نتیجہ میں تحریک کے لئے سازگار فضا قائم ہوئی اور احرار کی دعوت پر سب جماعتیں اکٹھی ہو گئیں۔

حضرت امیر شریعت پر مجلس احرار ختم کرنے کا الزام صریحاً کذب بیانی ہے۔

گورنمنٹ سمجھتی تھی کہ اس ساری تحریک کی کرتا دھرتا مجلس احرار ہے اسی لئے اس نے مجلس احرار پر پابندی لگا دی۔ چونکہ مجلس احرار نے تقسیم ہند کی مخالفت کی تھی اور یہ اس کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا اور پاکستان میں احرار کا بہت بڑا حلقہ موجود تھا۔ حکومت نے اس خدشے کے پیش نظر کہ کل کلاں مجلس احرار سیاسی میدان میں ہمارے سامنے نہ آکھڑی ہو اس لئے تحریک کا بہانہ بنا کر اس پر پابندی لگا دی۔ حالانکہ مجلس احرار کا مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ تحریک ختم نبوت کو اپنے سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کرے۔ اس کا مقصد بڑا واضح اور مطالبات بالکل جائز تھے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اور سر ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے ہٹایا جائے۔ پاکستان میں مرزائی جو تبلیغ کر رہے ہیں اور اسی طرح بیرون ملک پاکستان کا فنڈ استعمال کر کے مرزائیت کی تبلیغ کرتے ہیں اس کی روک تھام کی جائے۔ ۵۰ء میں ہم نے مرزائی امیدواروں کی بھرپور مخالفت کی جہاں جہاں انہیں مسلم لیگ کی طرف سے ٹکٹ ملا۔ اور اس سے بڑھ کر ہم نے یہ کیا کہ ان مرزائی امیدواروں کے مقابلہ میں مسلم لیگ کے آزاد امیدوار کھڑے کر کے انہیں کامیابی دلائی۔ سیاست ہمارے لئے شجر ممنوعہ نہیں تھی ہم اپنی جماعت کے امیدوار کھڑے کر سکتے تھے مگر ہمارا یہ مقصد نہیں تھا۔ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ مرزائی نہ جیت سکیں اور کوئی مسلمان جس کا ختم نبوت پر ایمان ہے ان مرزائیوں کو ووٹ دے کر ایمان ضائع نہ کرے۔ مرزائیت مسلمانوں کی نمائندہ بن کر اسمبلی میں نہ جائے۔ مرزائی اسمبلی کے ذریعے مسلمانوں کے نمائندہ بن کر بیرون ممالک اپنا اجتماع منعقد کرنا چاہتے تھے۔ الحمداللہ ہم نے زبردست مزاحمت کی اور مرزائیوں کو ناکامی ہوئی۔ نتیجتہً مرزائی مسلم لیگ سے خود بخود علیحدہ ہو گئے۔

تحریک ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی یادداشتیں؟

لاہور میں ہم نے تحریک شروع کرنے کیلئے دفتر احرار دہلی دروازہ کے باہر کیمپ لگایا، تاکہ رضاکاروں کی بھرتی ہوسکے۔ اسی کیمپ کے ذریعے ہم نے مسئلہ ختم نبوت کو عام کیا۔ لوگوں کو بتایا کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ تحریک

قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام کی جدوجہد تاریخی کارنامہ ہے۔

چلانے کے سلسلے میں انتظامات وغیرہ سب یہیں طے پاتے۔

گورنمنٹ کے تشدد کی وجہ سے لوگوں نے گاڑیوں، بسوں میں سفر ترک کر دیا، بڑی سخت چیکنگ ہوتی تھی، تشدد بے بہا کیا گیا، بے پناہ گولی چلی، لاہور میں کرفیو لگا دیا گیا۔ پولیس ہمارے کیمپ اکھاڑ کر لے گئی۔ ہم نے اپنا بچا کھچا سامان اٹھایا اور مسجد وزیر خاں لے گئے اس وقت ہم تین آدمی تھے ایک میں تھا، دوسرے ماسٹر سعید صاحب تھے، تیسرے ایک شیخ لال دین صاحب ہوا کرتے تھے ٹائر ٹیوب کا کاروبار کرتے تھے، ہم تین آدمیوں نے مسجد وزیر خاں میں کیمپ لگایا اور بیرون شہروں میں اطلاعات بھجوادیں کہ اگر کسی نے ملنا ہو تو مسجد وزیر خاں آئے۔

مجھے یاد ہے کہ رات گیارہ بجے ہمارے رضاکاروں کا پہلا دستہ اوکاڑہ سے آیا تھا۔ پھر دیہاتوں اور دیگر شہروں سے بھی دستے آنے لگے، بارہ بجے تک ہمارے کیمپ میں دو سو رضاکار آچکے تھے، ان رضاکاروں کو پولیس نے راستے میں ہی اتار لیا تھا اور دور دراز مقامات پر چھوڑ آئی تھی، پھر کوئی پیدل آیا تو کسی کو سواری ملی کسی کو نہ ملی، میں نے شیخ لال دین سے کہا کہ ان کیلئے کھانے کا انتظام کرو، وہ گیا اپنے علاقے میں اور اپنے جاننے والے دکانداروں کو جگا کر نان اور پکوڑے وغیرہ تیار کرائے۔ ڈیڑھ بجے جب وہ واپس آیا تو ۳۰۰ آدمی اور آچکے تھے بہر حال ہم نے رات کو جو مل سکا اسی پر مل بیٹھ کر گزارہ کیا۔ صبح ہوئی تو مسجد وزیر خاں کے محلہ والوں نے ہمارے لئے چائے اور ناشتے کا انتظام کیا۔

دن کو ہم نے پانچ پانچ آدمیوں کے گروپ تشکیل دیئے انہیں کہا کہ شہر جاؤ، کرفیو کی خلاف ورزی کرو۔ اور اپنی گرفتاریاں پیش کرو۔

یہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ بیرون لاہور سے اور بھی رضاکار دستے آنے شروع ہوگئے۔ لاہور انتظامیہ نے شہر کی ناکہ بندی کر دی۔ لاٹھی چارج، آنسو گیس شروع ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اطلاعات ملنے لگیں کہ مختلف جگہوں پر گولیاں چلنی شروع ہو گئی ہیں ہر طرف سے رضاکار مسجد وزیر خاں جمع ہونے شروع ہوگئے۔ اس دوران مولانا عبدالستار نیازی بھی آگئے۔ مسجد وزیر خاں کے خطیب مولانا خلیل احمد صاحب بھی آگئے۔ مولانا عبدالستار نیازی نے اپنی تقریروں کے ذریعے لوگوں میں بڑا جذبہ اور ولولہ پیدا کیا۔ وہ اس وقت مسلم لیگ کے بڑے سرگرم رکن اور صوبائی اسمبلی کے ممبر تھے۔ احرار کے ترجمان روزنامہ آزاد کے ایڈیٹر مولانا مجاہد الحسینی صاحب تشریف لائے ہوئے تھے ان سب نے مل کر تحریک کو بڑی تقویت پہنچائی۔ اس دوران دوستوں کا مشورہ ہوا کہ کراچی میں تحریک کا کام کچھ کمزور ہے کچھ سر کردہ رضاکاروں کو وہاں جانا چاہیئے۔ ہم نے پروگرام یہ بنایا کہ لاہور سے نکل کر ہر شہر سے ہو

کر گزریں گے اور وہاں کے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کریں گے کہ وہ اپنے اپنے شہر میں تحریک شروع کریں اور ہو سکے تو کراچی پہنچیں۔ ہم نے جب یہ پروگرام بنایا تو پتہ چلا کہ فوج آ گئی ہے اور مارشل لاء لگ گیا ہے۔ جنرل اعظم خان کو ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا ہے۔ میں اور مجاہد الحسینی صاحب لاہور سے باہر دریائے راوی کے پل پر پہنچے تو ہمیں بس ملی یہاں سے ہم لائل پور گئے۔ وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بہت سے احرار ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں۔ جو ملے انہیں ہم نے تیار کیا کہ کوشش کر کے رضاکاروں کا دستہ کراچی بھیجیں۔ فیصل آباد سے ہم چنیوٹ، جھنگ، ملتان، شجاع آباد

ایک مولوی صاحب کی مخبری پر مجھے اور میرے ساتھیوں کو تحریکِ ختم نبوت میں گرفتار کر لیا گیا۔

سے ہوتے ہوئے کراچی جو پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں بھی تمام ساتھی گرفتار ہو چکے ہیں اور داخل زنداں ہیں۔ بہر حال فیصل آباد اور گوجرانوالہ کے کافی ساتھی کراچی پہنچ گئے۔ ہم نے مل بیٹھ کر پروگرام طے کیا۔ احرار کا دفتر وہاں تھا مگر پولیس اور فوج کے مسلسل چھاپوں کی وجہ سے ہم ایک ہوٹل میں ٹھہرے۔ ہم میں سے کچھ ساتھی بیرون شہروں اور پنجاب میں آتے اور رضاکاروں کو لیکر یہاں پہنچتے۔ پروگرام کے مطابق دس دس آدمیوں کا گروپ بن کر گورنمنٹ ہاؤس کے سامنے مظاہرہ کرتا، اور گرفتار ہو جاتا۔

ایک روز ہم مولانا احتشام الحق تھانوی کے پاس پہنچے کہ تمام رہنما گرفتار ہیں آپ کوئی پروگرام بنائیں اور تحریک کو سنبھالیں۔ پروگرام بننے کی بجائے ہمارے تمام ساتھی "مولانا کے ہاں گرفتار ہو گئے"! ہم چند ایک ساتھی بچ گئے۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے تحریک چل پڑی کارکنوں نے حوصلہ نہ ہارا تحریک کی قیادت خود سنبھال لی۔

۲۱ اپریل کو یوم اقبال کا جلسہ تھا۔ میں بھی وہاں گیا، ایک اشتہار "علامہ اقبال کا پیغام" کے نام سے چھپوایا تھا۔ جسے دوست تقسیم کر رہے تھے ایک مولوی صاحب نے جو بعد میں معلوم ہوا کہ پولیس کے مخبر تھے انہوں نے پولیس کو اطلاع کر کے ہمیں گرفتار کرا دیا میں بھی گرفتار ہو گیا۔ مجھے پہلے تو سی آئی اے لے گئے بعد میں لاہور بھجوا دیا۔ یہاں مجھے شاہی قلعہ میں رکھا گیا۔ جہاں تین ماہ رہا۔ اس دوران تفتیش کے ساتھ ساتھ تشدد بھی ہوتا رہا۔ اس کے بعد سنٹرل جیل بھیج دیا۔

کراچی میں مہاجر آباد بستی کے ایک امام مسجد تھے، وہ ہمیں کہنے لگے تم نوجوان ہو، ایک نیک کام کیلئے گھروں سے نکلے ہو۔ میرا خیال ہے کہ ظفر اللہ قادیانی اور دیگر مرزائی نواز لیڈروں کو قتل کرنا چاہئیے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجلس احرار کا یہ پروگرام نہیں ہے۔ وہ پرامن طریقے سے جدوجہد کرنا چاہتی ہے۔ لیکن وہ ہمیں مجبور کرتے رہے اور کہا کہ میرے پاس اسلحہ بہت ہے۔ میرے ساتھ ایک مولوی رشید صاحب بھی تھے، ایک دن ان امام صاحب نے پستول لا کے مولوی رشید صاحب کے بیگ میں رکھ دیا۔ اور دوسری طرف پولیس کو اطلاع دیدی کہ یہ اس طرح قتل کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ خیر پولیس آ گئی لیکن قدرتی وہ بیگ ان کے ہاتھ نہ لگا۔ البتہ پولیس نے گرفتار کر لیا اور ، لاہور بھیج دیا۔

انھی دنوں کراچی میں ظفر اللہ خاں کا جلسہ بھی الٹا گیا تھا ظفر اللہ نے بڑا چیلنج دیا، جلسہ کے موقعہ پر وہ کوٹ پتلون اور ہیٹ پہن کر آیا، تقریر سے پہلے اس نے احمدیہ جماعت زندہ باد کا نعرہ لگوایا، احرار رضا کار پہلے ہی تیار تھے۔

نواب ممدوٹ نے روتے ہوئے ہم سے کہا کہ گورنر فرانسس موڈی نے مرزائیوں کو ربوہ میں جگہ الاٹ کی ہے۔

انہوں نے سوچا کہ آج اگر جلسہ ہوتا ہے تو پھر کل کلاں بہت کچھ ہوگا۔ چنانچہ احرار کارکنوں نے آناً فاناً جلسہ الٹ دیا۔ اصل میں بات یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے بعد مسلم لیگ کی مخالف جماعتیں سیاسی طور پر شکست کھا گئیں، وہ مفلوج ہو کر رہ گئیں، مسلم لیگ اس وقت قوت حاکمہ تھی، مرزائی لوگوں کا طریقہ واردات یہ تھا کہ جہاں کوئی عرس یا میلہ وغیرہ ہوتا تو جہاں اور سٹال لگتے وہیں یہ اپنی کتابوں کا سٹال لگا لیتے۔ اسی طرح انہوں نے سرکاری کاموں میں مختلف حیلوں بہانوں سے جلسوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جب مجلس احرار نے پروگرام بنایا کہ مرزائیوں کا محاسبہ کیا جائے کہ یہ حد سے گزر رہے ہیں تو سب سے پہلا ٹکراؤ ہمارا وائی ایم سی ہال لاہور میں ہوا، ہم سب احرار ورکروں نے میٹنگ کی، سالار معراج دین مرحوم نے صدارت کی، میٹنگ میں فیصلہ ہوا کہ وائی ایم سی ہال میں مرزائیوں کے جلسے بند کئے جائیں۔ میں نے وائی ایم سی ہال کے سیکرٹری کو فون کیا کہ سنا ہے وائی ایم سی ہال میں مرزائی دو تین سال سے جلسے کر رہے ہیں؟ آئندہ ایسا نہیں ہونا چاہئیے، جلسہ ہوا تو ہم آگ لگا دیں گے پھر نہ کہنا کہ ہماری املاک تباہ ہو گئیں۔ جلسہ کے موقعہ پر احرار ورکر بھی پہنچ گئے۔ نعرے وغیرہ لگائے۔ جلسہ الٹ کے رکھ دیا۔ مرزائی وہاں سے بھاگ گئے۔ اس کے بعد پھر کبھی وہاں مرزائیوں کا جلسہ نہیں ہوا۔ اسی طرح پٹیالہ گراؤنڈ میں کوئی نمائش لگی ہوئی تھی، وہاں بھی مرزائیوں نے سٹال لگا لیا۔ ہم نے نمائش کے منتظمین سے کہا کہ اس سٹال کو ختم کیا جائے۔ اس پر منتظمین نے کہا کہ اب تو سٹال لگ گیا ہے آئندہ ایسا نہیں ہوگا، اس پر احرار ساتھیوں نے از خود کارروائی کر کے سٹال ختم کر دیا۔ پشاور یونیورسٹی میں مرزائیوں کا ایک جلسہ ہوا، وہاں بھی احرار ورکروں نے اسی انداز سے کارروائی کر کے جلسہ الٹ دیا۔ مرزائی سمجھتے تھے کہ مسلم لیگ ہمارے ساتھ ہے ہمیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن ان کا یہ خیال خام ثابت ہوا۔ دو چار واقعات کے بعد ہی ان کو پھر ہمت نہیں ہوئی کہ وہ اس طرح کھلے عام کوئی پروگرام کریں لیکن اسی طرح جب مرزائیوں کو دریائے چناب کے ساتھ کوڑیوں کے بھاؤ زمین ملی جہاں آج ربوہ آباد ہے۔ تو ہم ایک وفد کی شکل میں نواب ممدوٹ سے ملے جو اس وقت پاکستان کے پہلے وزیر اعظم تھے، وفد میں، میں، بشیر احمد چوہان صاحب اکاؤنٹنٹ روزنامہ آزاد، حاجی سرور صاحب صدر مجلس احرار نیو تھڑونگ، منظور احمد بھٹی مرحوم ایڈووکیٹ سابق ایڈیٹر روزنامہ آزاد شامل تھے، یہ یوم تشکر کے موقعہ کی بات ہے۔ ہم نے انہیں کہا کہ یہ آپ نے مرزائیوں کو اتنی کھلی چھٹی کیوں دے رکھی ہے؟ آپ مہاجرین کو تو ضلع وار بسا نہیں سکے مرزائیوں کو معمولی داموں ضلع جھنگ میں جگہ دیدی ہے۔ نواب ممدوٹ رو کر کہنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہوں اور ختم نبوت پر یقین رکھتا ہوں، یہ سب میرے پوچھے بغیر، میری اجازت اور مرضی کے بغیر ہوا ہے۔ اور یہ سب گورنر فرانسس موڈی نے کرایا ہے۔ ظفر اللہ خاں اس وقت وزیر خارجہ تھا۔ اس نے اپنا سیاسی اثر رسوخ استعمال کیا۔ کچھ عرصہ بعد ہم نوائے وقت کے ایڈیٹر

حمید نظامی نے لکھا کہ ربوہ میں ایک نیا اسرائیل تشکیل دیا جا رہا ہے۔

حمید نظامی سے بھی ملے اور ان سے کہا کہ حکومت نے ایک قوم کو جو مسلمانوں کا حصہ نہیں، انہیں علیحدہ بسا دیا ہے، اور مہاجرین کو ابھی تک وہ ضلع وار نہیں بسا سکی، چنانچہ حمید نظامی وہاں گئے، دورہ کیا اور واپس آ کر انہوں نے نوائے وقت میں ایک دو مضمون بھی لکھے اس میں حمید نظامی نے لکھا کہ ایک نیا اسرائیل تشکیل دیا جا رہا ہے۔

❁ شاہی قلعہ میں آپ کے ساتھ اور کون کون تھے؟

وہاں ہمیں علیحدہ علیحدہ رکھا گیا تھا۔ پہلی رات جب گیا ہوں تو میرے ساتھ والے کمرے میں مولانا کوثر نیازی اور مولانا نقیر محمد جماعت اسلامی کے، مولانا عبدالرحمن آزاد گوجرانوالہ کے، لاہور میں مجلس احرار کے سالار تھے میر محمد حسین وہ بھی تھے، علامہ سلطان محمد، ماسٹر سعید صاحب اور مجلس احرار کے مرکزی رہنما شیخ حسام الدین صاحب سے بھی یہیں ملاقات ہوئی۔ جس دن میں قلعہ میں پہنچا ہوں تو مودودی صاحب، اور نصراللہ خاں عزیز بھی موجود تھے، لیکن اس دن ان کو یہاں سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ سبھی آہستہ آہستہ یہاں سے نکلتے گئے۔ لیکن مجھے تین ماہ تک قلعہ میں رکھا گیا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی کے تحریک سے قبل ہی وارنٹ جاری ہو گئے تھے۔ تحریک سے قبل میں نے اور مولانا عبیداللہ انور نے پروگرام بنایا کہ مولانا غلام غوث ہزاروی کو شہر سے باہر لے جائیں، لاہور سے باہر مولانا عبیداللہ صاحب کی کچھ زمینیں تھیں اور جاننے والے بھی تھے۔ مولانا غلام غوث کو ہم نے یہاں رکھا، تحریک کے دوران ملاقاتیں بھی کرتے رہے اور ان سے ہدایات بھی لیتے رہے۔

دوران تفتیش مجھ سے مولانا غلام غوث کے متعلق زیادہ سوالات ہوتے کہ وہ کہاں ہیں۔ کہاں کہاں جاتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ مولانا کے ساتھ میں زیادہ رہتا تھا۔ ویسے بھی اکثر مولانا ہمارے گھر ٹھہرا کرتے تھے۔ بہر حال اللہ کا فضل شامل حال رہا اور کسی قسم کی بات بتانے سے میں ٹال جاتا۔

شاہی قلعہ سے مجھے نکال کر سنٹرل جیل پہنچایا گیا۔ یہاں مجھے بم احاطہ میں رکھا گیا۔ غالباً یہ بھگت سنگھ کے حوالے سے مشہور تھا، جو تحریک آزادی کا بڑا پرجوش کارکن تھا۔ یہاں بہت سارے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ یہیں ایک بارک میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، شیخ حسام الدین اور دیگر بڑے بڑے حضرات یہیں تھے۔

❁ تحریکِ ختم نبوت میں بعض علماء کا کردار مشکوک سمجھا جاتا ہے؟

جی، ہاں اس معاملے میں بہت سے نام آتے ہیں۔ کئی ایک نے گورنمنٹ کو تحریر لکھ کر دیدی کہ ہمارا اس

تحریک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ آپ ان ناموں کو آف دی ریکارڈ ہی رہنے دیں۔ اس وقت ہر کسی کو اپنی پڑی ہوتی تھی، کسی کا بھائی شہید ہو چکا تھا تو کسی کا باپ، کئی ایک پولیس تشدد کی وجہ سے اپاہج ہو گئے۔ کمزور طبیعت والے علماء تشدد سے گھبرا گئے لیکن ڈٹ جانے والے ڈٹ گئے۔ اگر معافی نامے داخل کرنے والوں کے نام منظر عام

پر لائے جائیں تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے۔ اکثر وفات پا چکے ہیں بس اُن کی مغفرت کی دعا کیجیے۔

❁ یہ جو روایت ہے کہ لاہور میں شہید ہونے والوں کی لاشوں کو چھانگا مانگا کے جنگلات میں جلایا گیا اس کے متعلق آپ کی کیا معلومات ہیں؟

دیکھیں جی یہ تو ہر دور میں ہوتا ہے جب حکومت کسی کو کچلتی ہے تو ایسے ہتھکنڈے بھی استعمال کرتی ہے۔ پولیس کی روایت رہی ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر لاشوں کو غائب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ کسی تحریک میں اتنا تشدد نہیں ہوا جتنا اس تحریک میں مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں پر ہوا۔ بہت زیادہ گولی چلی تھی۔

ہمارے ایک مولوی ابراہیم ڈنڈے والے مشہور آدمی ہیں۔ اسی طرح برکت صاحب قتلے والے ان کا بھائی شہید ہو گیا تھا۔ ایک شیخ لال دین صاحب تھے۔ بوڑھے آدمی تھے۔ ان لوگوں نے اس تحریک میں ورکر کی حیثیت میں بڑا تاریخی کردار ادا کیا جلوسوں کو روکنے کیلئے حکومت نے سڑکوں پر ریڈ لائنیں لگا دیں۔ لیکن لوگوں نے ریڈ لائنیں کراس کیں اور کہا کہ ہمیں گولی مارو۔ ہمارے سینے چھلنی کرو۔ اس پر ملٹری نے بھی گولی چلا دی اس نے کوئی لحاظ نہیں کیا۔

❁ کہتے ہیں کہ ملٹری میں مرزائی بھی تھے جو گولیاں چلا رہے تھے؟

مرزائی بھی تھے، اور بہت سوں کو تو معلوم ہی نہیں تھا کہ مسئلہ کیا ہے۔ انہیں بتایا گیا تھا کہ یہ حکومت کے باغی ہیں۔ لیکن جب انہیں اصل حقیقت معلوم ہوئی کہ یہ تو ختم نبوت کی تحریک چلا رہے ہیں تو بہت شرمندہ ہوئے کہ ہمیں غلط استعمال کیا گیا۔ بہت سی جگہوں سے ہمیں یہ بھی اطلاعات ملیں کہ فوج اور پولیس نے گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ڈنڈے مار دیتے ہیں، آنسو گیس چلا دیتے ہیں۔ گرم پانی پھینک دیتے ہیں۔ لیکن گولی نہیں چلائیں گے۔

❁ موجودہ حالات میں آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟

اب ہم کام کرنے کی عمر میں نہیں یہ جوانی کی باتیں اور جذبے ہوتے ہیں کہ آدمی ناممکن کو ممکن بنا دیتا ہے۔ سیاست دانوں کے رویوں کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔ ان کا کردار ملک کے لئے نقصان کا باعث بن رہا ہے۔ میں اب بھی احرار ورکر ہوں..... اور نئے دوستوں کے لئے دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلائے۔ (آمین)

فرمودہ فاروق اعظمؓ

جب حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب آتا ہے اگرچہ تھوڑا سا ہی ہو۔